اخبارِ اُمت

الجزائر کے پارلیمانی انتخابات

عبدالغفار عزیز ○

الجزائر کے انتخابات ضرب المثل بن چکے ہیں۔ مغرب کے دہرے معیاروں کا ذکر کرنا ہو یا عوامی اکثریت کے اسلامی رجحانات کا' الجزائر کے انتخابات پوری کہانی بیان کر دیتے ہیں۔ الجزائر ہی سے بعض لوگ یہ بحث شروع کرتے ہیں کہ انتخابات کے ذریعے تبدیلی ممکن نہیں رہی اور گذشتہ ۱۰ سالہ خوں ریزی سے یہ نتیجہ بھی نکالا جاتا ہے کہ آزادی و دفاع کی جنگ کے علاوہ اسلحے کا استعمال کسی منزل تک نہیں پہنچاتا۔

۳۰ مئی ۲۰۰۲ء کو الجزائر میں دوبارہ انتخابات ہوئے۔ ایک بار پھر وہی پارٹی برسرِ اقتدار آ گئی یا لے آئی گئی جو ۱۹۶۲ء میں آزادی کے بعد سے لے کر ۱۹۹۲ء تک مسلسل اور بلاشرکت غیرے اقتدار میں رہی ہے۔ ۵ اپریل ۱۹۹۹ء سے الجزائر کے صدر عبدالعزیز بوتفلیقہ ہی لبریشن فرنٹ کے سرپرست ہیں۔ انتخابات سے پہلے ہی مختلف جائزوں کے ذریعے یہ پروپیگنڈا کیا جانے لگا تھا کہ لبریشن فرنٹ ۳۷ فی صد سے زائد ووٹ لے کر کامیاب ہوگا اور دوسرے نمبر پر وزیر انصاف کی پارٹی نیشنل ڈیموکریٹک فورم رہے گی۔ نتائج آئے تو اسے سچ کر دکھایا گیا اور ۳۸۹ سیٹوں کے ایوان میں ۱۹۹ سیٹیں اور ۳۵.۵۲ فی صد ووٹ لے کر فرنٹ پہلے اور ۴۸ نشستیں لے کر فورم دوسرے نمبر پر رہا' جب کہ تیسرے اور چوتھے نمبر پر دو اسلامی جماعتیں رہیں۔ "حمس" نے (جس کا نام پہلے حماس تھا جو مخفف تھا "تحریک اسلامی معاشرہ" کا اور بعد میں یہ پابندی لگ جانے کے بعد کہ کوئی پارٹی اپنے نام کے ساتھ اسلام یا اسلامی کا سابقہ یا لاحقہ نہیں لگا سکتی' حمس کر دیا گیا جو تحریک برائے پرامن معاشرہ کا مخفف ہے) ۳۸ سیٹیں جیتیں اور تحریک اصلاح نے سب اندازوں کے برعکس ۴۳ سیٹیں حاصل کیں۔

○ ڈائرکٹر' امور خارجہ' جماعت اسلامی پاکستان

حمس بنیادی طور پر اخوان المسلمون ہی کا دوسرا نام ہے اور اس کے سربراہ محفوظ نحناح ہیں، جب کہ تحریک اصلاح کے سربراہ عبداللہ جاب اللہ ہیں۔ یہ دونوں رہنما ۱۹۹۲ء کے انتخابات میں کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں کر سکے تھے اور نہ اسلامک سالویشن فرنٹ سے ہی ان کے تعلقات میں بہتری کی کوئی کوشش کامیاب ہوسکی تھی۔ عبداللہ جاب اللہ بھی ایک معتدل اسلامی رہنما ہیں۔ محفوظ نحناح اور سالویشن فرنٹ کے رہنماؤں کی طرح ان کی بھی جماعت اسلامی پاکستان کے رہنماؤں سے متعدد ملاقاتیں رہی ہیں اور پُرامن جدوجہد کے ذریعے مکمل اسلامی نظام ہی ان کا ہدفؒ ہے۔ ان چار پارٹیوں کے علاوہ پانچویں قابل ذکر پارٹی کا نام لیبر پارٹی ہے۔ اس نے ۲۱ نشستیں جیتی ہیں، جب کہ سابقہ پارلیمنٹ میں اس نے چار سیٹیں حاصل کی تھیں۔ اس کی سربراہ لویزا حنون ہیں اور سیکولر خیالات رکھتی ہیں۔

ان انتخابات کے حوالے سے ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مختلف پارٹیوں کی طرف سے ۱۰ ہزار ۵۲ امیدوار تھے اور ایک ہزار ۲ سو ۶۶ امیدوار آزاد تھے اور کل امیدواروں میں سے ۴۵ فی صد اعلیٰ تعلیم یافتہ (بی اے یا اس سے اُوپر) تھے، جب کہ ۳۹ فی صد ایف اے اور ۱۱ فی صد اوسط درجے کی تعلیم رکھتے تھے۔

اسلامک سالویشن فرنٹ (FIS) نے، جس کی قیادت ۱۹۹۱ سے مسلسل پابجولاں ہے، ان انتخابات کے موقع پر اپنے کارکنان کو اختیار دیا تھا کہ وہ حصہ لینا چاہیں تو اپنے اپنے علاقے میں اپنی مرضی کی پارٹی سے تعاون کر سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ فرنٹ کو قانوناً ممنوع قرار دیا جا چکا ہے اور FIS کے نام سے کوئی شخص سیاست میں حصہ نہیں لے سکتا۔

اس المیے سے بڑا المیہ شاید کوئی نہ ہو کہ صرف فرنٹ کو حکومت سازی سے روکنے کے لیے پورے ملک کو ایک خوں آشام عشرہ دیکھنا پڑا۔ ''العشر یہ الحمراء'' کے نام سے یاد کیے جانے والے ۹۰ کے عشرے میں ایک لاکھ سے زائد بے گناہ موت کی وادی میں اُتارے جا چکے ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ کی رپورٹ ۲۰۰۲ء کے مطابق ۷ ہزار سے زائد افراد اغوا ہوئے ہیں۔ قتل عام کی ۱۶ وارداتیں ایسی ہیں جن میں ہلاک شدگان کی تعداد ۵۰۰ سے زائد تھی۔ ۱۲ وارداتیں ایسی تھیں جن میں مرنے والوں کی تعداد ۱۰۰ سے زائد تھی۔ ۴۲۰ وارداتیں ایسی ہیں جن میں پانچ سے ۲۵ تک افراد قتل ہوئے اور ۶۲۲ وارداتوں میں مرنے والوں کی تعداد پانچ سے متجاوز تھی۔

خون آلود عشرے کے باعث الجزائر صدیاں پیچھے چلا گیا۔ پٹرول کے بڑے ذخائر اور ملکی برآمدات کا ۹۸ فی صد حصہ پٹرول ہونے کے باوجود الجزائر ۴۸ ارب ڈالر کا مقروض ہے۔ ۳ کروڑ کی آبادی میں ایک کروڑ ۸۰ لاکھ افراد خطِ افلاس سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک کروڑ ۴۰ لاکھ افراد ایسے ہیں جو روزانہ ایک ڈالر (۶۰ روپے) سے بھی کم آمدن رکھتے ہیں۔ ۳۰ فی صد لوگ بے روزگار ہیں۔ ۱۰ سالہ خوں ریزی کے دوران

مزید ساڑھے ۳ لاکھ افراد کو بے روزگار ہونا پڑا۔ یہ تعداد اور بھی زیادہ ہوتی اگر بے روزگاروں کی ایک بڑی تعداد کو مختلف سیکورٹی ایجنسیوں میں نہ کھپا لیا جاتا۔ الجزائر کو آزادی کے بعد افریقہ کا جاپان کہا جاتا تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ فرانسیسی استعمار کی تباہ کاریوں سے آزادی حاصل کرنے کے بعد الجزائر بھی جاپان کی طرح تعمیر و ترقی کی شاہراہ پر چل پڑے گا۔ لیکن گذشتہ ۱۰ سال کی قتل و غارت کے دوران یہی الجزائر اپنے سکّے کی ۴۰ فی صد حیثیت کھو چکا ہے۔

سیاسی بے یقینی کا عالم یہ ہے کہ ۱۹۹۲ء سے اب تک چار سربراہ مملکت آ چکے ہیں (محمد بوضیاف، علی کافی، الامین زروال، بوتفلیقہ) آٹھ وزراے اعظم تبدیل ہو چکے ہیں اور موجودہ صدر بھی ایک ایسے صدارتی انتخابات کے نتیجے میں منتخب قرار دیے گئے ہیں کہ جن میں آٹھ صدارتی امیدوار تھے اور انتخابات سے پہلے ہی کھلی دھاندلی پر احتجاج کرتے ہوئے سات امیدواروں نے بائیکاٹ کر دیا تھا۔ بوتفلیقہ کا مقابلہ اپنے ضمیر ہی سے ہوا اور ضمیر شکست کھا گیا۔ عبدالعزیز بوتفلیقہ پانچ سال کے لیے صدر ''منتخب'' ہو گئے۔

حالیہ انتخابات میں امازیغی (بربر) قبائل نے بائیکاٹ کیا۔ امازیغ کے علاقوں میں اپریل ۲۰۰۱ء سے مظاہرے اور فسادات جاری ہیں۔ ان قبائل کا مطالبہ ہے کہ ان کی امازیغی زبان کو بھی قومی زبان کا درجہ دیا جائے۔ پاکستان میں الجزائر کے سابق سفیر محی الدین عمیمور اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ ''فرانسیسی پریس ایک بار پھر بائیکاٹ کرنے والے قبائل کی واضح طرف داری کر رہا ہے اور یہ اس کا تاریخی ورثہ ہے''۔ واضح رہے کہ الجزائر میں امازیغی زبان یا علاقوں کے نام سے پہلے کوئی عصبیت نہیں پائی جاتی تھی۔ ۱۸۳۰ء سے ۱۹۶۲ء تک الجزائر پر اپنے تسلط کے دوران فرانس نے جہاں یہ پوری کوشش کی کہ وہ اس خطے کو دوسرا فرانس بنا دے، وہیں ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے استعماری اصول پر عمل کرتے ہوئے الجزائری معاشرے کو تقسیم در تقسیم کرنے کی پالیسی اپنائی۔ فرانسیسی حکمرانوں کے بقول الجزائر ان خطوں کی طرح کا کوئی خطہ نہیں ہے جہاں کسی وقتی ضرورت کے باعث فرانس نے اپنی فوجیں اور حکومتی عہدے دار بھیجے ہیں، بلکہ الجزائر فرانس کا اٹوٹ انگ ہے۔ وہاں لاکھوں فرانسیسیوں کو آباد کیا گیا۔ الجزائر کی زرخیز سرزمین کا ۹۳ فی صد حصہ فرانسیسی آبادی کے نام کر دیا گیا۔ ان کے بقول الجزائر کی حیثیت بھی جزیرہ کورسیکا کی سی ہے، جس کے اور فرانسیسی سرزمین کے درمیان سمندر حائل ہے لیکن نپولین بوناپارٹ کی جنم بھومی کورسیکا کے فرانسیسی ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں ہے۔

فرانسیسی استعمار نے ۱۸۷۴ء میں ایک قانون بنایا جس کے بموجب عرب اور بربر (امازیغی) قبائل کو دو مختلف قومیں بنا دیا گیا۔ مسلمان بربر قبائل نے خلافت اسلامی کے زمانے میں یورپ کے قلب تک اسلام کا پرچم پہنچانے میں جو سنہری کردار ادا کیا تھا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ لیکن جب تفرقے کے بیج بوئے گئے اور انھیں

امازیغی، یعنی بہادر و آزاد کہلانے پر فخر کرنے پر اُبھارا گیا تو قانوناً پابندی لگادی گئی کہ آیندہ انھیں عربی زبان نہیں امازیغی زبان کی تعلیم دی جایا کرے گی۔ انھیں یہ باور کروایا گیا کہ تمھاری جڑیں عربوں میں نہیں یورپی اقوام میں ہیں۔ امازیغی زبان صرف زبان نہیں بلکہ بت پرستی کی ایک تہذیب ہے جس میں مشرکانہ روایات قانون کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس فرانسیسی پالیسی کے متعدد اہداف تھے لیکن ایک بنیادی ہدف ایک مسیحی پیشوا یہ بیان کرتے ہیں: ''ہم پر لازمی ہے کہ ہم اس قوم کو قرآن سے آزادی و نجات دلائیں''۔ فرانسیسی جنرل بیجو کے دفتر سے یہ بات کہی جاتی ہے: ''اسلام کے آخری دن آچکے ہیں۔ ۲۰ برس کے اندر اندر الجزائر کا معبود صرف مسیح ہوگا، رہے عرب تو وہ اس ''فرانسیسی سرزمین'' کے حکمران نہیں بن سکتے جب تک وہ مسیحیت نہ اختیار کرلیں''۔

اپریل ۲۰۰۱ء سے (امازیغی زبان، قومی زبان) کے نعرے سے جو تحریک شروع کی گئی ہے، اس کا تدارک نہ کیا گیا تو خدشہ ہے کہ الجزائر میں دوبارہ تقسیم کی سازشیں روبہ عمل نہ آجائیں۔ اس سے پہلے کہا جاتا تھا کہ الجزائر کے جو تین بنیادی اصول تبدیل نہیں ہو سکتے وہ ہیں: ''الجزائر ہمارا دیس ہے، اسلام ہمارا دین ہے اور عربی ہماری زبان ہے''۔ لیکن اب ایک اصول کو نشانہ بنا کر دوسرے دو اصولوں کو بھی زد میں لیا جارہا ہے۔

حیران کن پہلو یہ ہے کہ جیسے ہی امازیغی زبان کی حالیہ تحریک شروع ہوئی بوتفلیقہ (جس کا ایک ترجمہ تقسیم کرنے والا بھی ہوسکتا ہے) نے قانون جاری کردیا کہ امازیغی بھی عربی زبان ہی کی طرح ہماری قومی زبان ہے۔ وہ حکومت جو ۸۰ فی صد عوام کے ذریعے منتخب پارٹی کو اس کا حق دینے پر تیار نہیں (۱۹۹۱ء کے بلدیاتی انتخابات میں ایک ہزار ۵ سو ۴۱ میں سے ۸۵۳ یونین کونسلوں اور ۴۱ میں سے ۳۱ میونسپل کمیٹیوں میں جیتنے اور پھر ۱۹۹۲ء کے قومی انتخابات میں ۳۸۰ نشستوں میں سے ۱۸۸ نشستیں جیتنے والے اسلامک سالویشن فرنٹ کو غیر قانونی قرار دے کر پابند سلاسل کر دیا گیا)، اسے ۱۰ سال تک الجزائر کو خون میں ڈبو دینا تو منظور تھا لیکن سالویشن فرنٹ کے ساتھ مذاکرات منظور نہیں تھے، اسے الجزائر کے تین بنیادی ستونوں میں سے ایک اہم ستون کو تبدیل کرنے میں کوئی باک نہیں ہے۔

اس کے باوجود بھی کش مکش و بحران ابھی جاری ہے۔ آئے دن قتل ہوجاتے ہیں اور قبائل کے مظاہرے وتحریک بھی جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ انتخابات میں تقریباً سب پارٹیوں نے الجزائر میں امن و امان کو اپنے انتخابی پروگرام کا بنیادی نکتہ قرار دیا۔ ڈیموکریٹک کا انتخابی سلوگن بھی یہ تھا: ''ملکی استحکام اور الجزائر کی ترقی''۔ اسلامی پارٹی النہضۃ کا سلوگن تھا: ''الحل فی المصالحۃ'': مسائل کا حل مصلحت میں مضمر ہے۔ لیکن صدر کی پارٹی نے عالمی قوتوں کی خوشنودی کو مقدم رکھا اور تکرار سے کہا: ''دہشت گردی کا خاتمہ قومی ذمہ داری ہے''۔

اب الجزائر کی نئی حکومت کا اعلان بھی کردیا گیا ہے۔ اکثر و بیشتر وزرا وہی ہیں لیکن ایک تبدیلی کا ذکر

خاص طور پر کیا جا رہا ہے کہ مواصلات و ثقافت کی وزارت ایک خاتون خلیدہ کو سونپی گئی ہے جو حکومت کی ترجمان بھی ہوں گی۔ خاتون کا وزیر بننا یا وزیراعظم بننا بھی اب دنیا میں کوئی بڑی خبر نہیں رہی لیکن جس انداز سے الجزائری اور عرب میڈیا اس واقعے کا ذکر کر رہا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ خواتین کو شریک اقتدار کرنا اور پھر اس کی شہرت کرنا ایک خاص پیغام ہے جو خاص عالمی قوتوں کو دیا جانا مقصود ہوتا ہے۔ لیکن الجزائر اور ہر اسلامی ملک کے حوالے سے یہ سوال پوری شدت سے سامنے آجاتا ہے کہ ہماری حکومتیں کب اصل قومی مسائل کو ترجیحات کی منصفانہ فہرست میں شامل کریں گی؟ کب ذاتی یا عالمی پسند و ناپسند سے بالاتر ہو کر ملک کے تمام خیرخواہ عناصر کو مشاورت و فیصلوں میں شریک کر کے قومی یک جہتی کا اصل راستہ اپنائیں گی؟ اور کب ملک کو ایک کے بعد دوسرے بحران میں دھکیلنے کے بجائے تعمیر و ترقی کی حقیقی راہ اختیار کریں گی؟

فلسطین: صہیونی امریکی منصوبے

منصور جعفر ○

یاسر عرفات کے صدارتی محل کا محاصرہ ہو یا پھر گذشتہ دنوں بیت لحم میں نیٹیوٹی چرچ کے بحران کا خاتمہ، ہر دو کا مقصد فلسطینیوں کی جدوجہد کو سرد خانے میں ڈالنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ یہ منظرنامہ دراصل مسئلہ فلسطین کے ''مخصوص سیاسی حل'' کی خاطر ایک علاقائی امن کانفرنس بلانے کے لیے باقاعدہ سوچ بچار کے بعد تیار کیا گیا تھا۔ اس ''منصوبے'' کی کامیابی کے لیے سب سے پہلے ضروری تھا کہ یاسر عرفات کی سربراہی میں نیم خود مختار فلسطینی اتھارٹی کو اپنی صفوں میں اصلاحات کے نام پر قابو میں لایا جائے۔ ان اصلاحات کے لیے یاسر عرفات کے ''بہی خواہوں'' نے ان کی حکومت کا سیکورٹی اور انٹیلی جنس کا نظام ہی چنا ہے، جو بجائے خود اصلاحات کے پردے میں امریکی صہیونی عزائم کو منکشف کرنے کے لیے کافی ہے۔

فلسطینی اتھارٹی کی صفوں میں داخلی اصلاح کے مطالبے کے ساتھ فلسطینی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کا غوغا بھی بلند کیا جا رہا ہے، جب کہ دوسری طرف اسرائیل اپنی نام نہاد ''سیکورٹی وال'' کی آڑ میں خود اپنی حفاظت سے عاری اور بے دست و پا عرفاتی مقتدرہ کی عملاً اینٹ سے اینٹ بجاتے ہوئے اس کے شہروں، بلدیات اور دیہات کا محاصرے کیے ہوئے ہے۔ ان ساری کوششوں کا محور امریکی اور صہیونی منصوبہ ہے

○ سابق مدیر ماہنامہ بیت المقدس، اسلام آباد